(2)

جلد سے جلد چندہ تحریک جدید کے وعدوں کی فہرستیں مکمل کر کے بھیج دیں

(فرمودہ 9، جنوری 1942ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"مَیں نے نومبر کے آخر میں تحریکِ جدید سال ہشتم کے آغاز کا اعلان کرتے ہوئے دوستوں کو اس میں شمولیت کی تحریک کی تھی اور ہندوستان کے لئے اس کے وعدوں کی آخری تاریخ 31، جنوری مقرر کی تھی یعنی وعدوں کے جن آخری خطوط پر ڈاکخانہ کی 31، جنوری کی مہر ہو گی یا یکم فروری کی مہر لگی ہوئی ہو گی۔ ان کو تو درج کر لیا جائے گا مگر اس کے بعد آنے والے وعدوں کو قبول نہیں کیا جائے گا سوائے ہندوستان کے ان علاقوں کے وعدوں کے جہاں اُردو زبان نہیں بولی جاتی مثلاً بنگال یا مدراس وغیرہ۔ اور سوائے ان ہندوستانی افراد اور ہندوستانی جماعتوں کے وعدوں کے جو ہندوستان سے باہر ہیں۔ ان کے وعدے 30، اپریل تک قبول کئے جاسکتے ہیں اور 30 جون مَیں نے ان وعدوں کی تاریخ مقرر کی تھی جو ان غیر ممالک سے آتے ہیں جہاں کی جماعتیں ان ممالک کے باشندوں سے ہی بنی ہوئی ہیں یا ان کی اکثریت ان ممالک کے باشندوں پر مشتمل ہے۔ ہندوستانیوں کی ان میں کثرت نہیں جیسے انگلینڈ ہے۔ سماٹرا ہے، جاوا ہے، ویسٹ افریقہ ہے یا امریکہ وغیرہ ہیں۔ ان ممالک کے احمدیوں کے لئے وعدے بھجوانے کی آخری تاریخ 30، جون ہے۔

20، دسمبر سے چونکہ دوست اور احباب قادیان آنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں اور کئی لوگ تو اس سے پہلے ہی قادیان آجاتے ہیں اور چونکہ قریباً تمام جماعتوں کے کارکن جلسہ سالانہ پر آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لئے لازمی طور پر دسمبر کا آخری ہفتہ اور جنوری کا پہلا ہفتہ اس کام کے لحاظ سے بالکل خالی ہوتا ہے۔ کیونکہ واپس جانے والے دوست متفرق اوقات میں واپس جاتے ہیں۔ اور پھر کچھ دن آرام میں گزر جاتے ہیں۔ اس طرح سات آٹھ جنوری تک وہ صحیح رنگ میں کوئی کام کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ بہر حال اب چونکہ وہ آرام کا وقت گزر گیا ہے۔ اور صرف تین ہفتے ہندوستان کے دوستوں کے وعدوں کی میعاد میں باقی رہ گئے ہیں جن میں کارکنوں نے اپنی اپنی جماعتوں کے ہر فرد تک پہنچنا ہے۔ ان سے وعدے لکھوانے ہیں۔ جو لوگ فوری طور پر چندہ ادا کر سکتے ہوں ان سے چندے وصول کرنے ہیں۔ اور اس امر کو بھی مد نظر رکھنا ہے کہ دوستوں نے گزشتہ سالوں کے مقابلہ میں نمایاں اضافے کے ساتھ وعدے کئے ہیں یا نہیں۔ اس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ آج پھر احباب جماعت کو اس چندہ میں شمولیت اور اس تحریک کی اہمیت کی طرف توجہ دلادوں۔

تحریک جدید کے چندہ کی اہمیت کے متعلق مَیں نے جلسہ سالانہ پر بھی جماعت کے دوستوں کو توجہ دلائی تھی اور اس سے پہلے جب مَیں نے اس سال کی تحریک کا اعلان کیا تھا تو اُس وقت بھی دوستوں کو اس کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اب مجھے اس چندہ کی اہمیت کے متعلق کچھ مزید کہنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم مَیں اس قدر کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے متواتر خطبات سے جماعت کے دوست اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے کہ یہ تحریک کس نیت سے کی گئی ہے اور ہمارا ارادہ اس سے کتنا عظیم الشان کام لینے کا ہے۔ نتائج اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اور وہی بہتر جانتا ہے کہ اس تحریک کے کیا نتائج رونما ہوں گے لیکن بہر حال ہم نے اس تحریک سے اشاعتِ دین کے لئے ایک عظیم الشان بنیاد رکھنے کی نیت کی ہے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ مومن صرف نیت تک ہی اپنے کام کی حفاظت کر سکتا ہے۔ نیت کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی نصرت سے ہوتا ہے۔ گو اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ نیتِ صالح بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی

صرف نیت اور ارادہ ہی ایک ایسی چیز ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزاد بنایا ہے ورنہ اعمال حالات کے لحاظ سے بالکل بدلتے چلے جاتے ہیں۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ [1] یعنی اعمال نیتوں کے تابع سمجھے جاتے ہیں۔ نیت عمل کے تابع نہیں سمجھی جاتی۔ اس حدیث میں جہاں مومنوں کے لئے ایک عظیم الشان بشارت ہے۔ وہاں منافقوں کے لئے ایک عظیم الشان تہدید بھی ہے۔ مومنوں کے لئے اس میں بشارت اس طرح ہے کہ بعض اوقات مومن خدا تعالیٰ کی راہ میں پوری طرح اپنے دل کے حوصلے نہیں نکال سکتا۔ وہ چاہتا ہے کہ مَیں دین کی راہ میں قربان ہو جاؤں۔ مگر قربانی کا کوئی موقع ہی نہیں آتا اور اس کی خواہش دل میں ہی رہتی ہے کیونکہ محض قربانی کی خواہش کرنے سے کوئی شخص قربان نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ کوئی دشمن ہو اور وہ بھی محض دینی مخالفت کی بناء پر اس کو قتل کرے اور یہ چیز ایسی ہے جو کسی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں۔ اور اگر کوئی شخص بجائے اس رنگ میں اپنی قربانی پیش کرنے کے کسی دوسرے شخص کے پاس جائے اور کہے کہ میری گردن پر کلہاڑی مار دو تا کہ مَیں خدا تعالیٰ کے رستہ میں قربان ہو جاؤں تو یہ قربانی نہیں کہلائے گی بلکہ خودکشی کہلائے گی۔ ایسا شخص اگر نادان ہے تو اپنی نادانی کے مطابق خدا تعالیٰ سے سزا پائے گا اور اگر عالم ہے اور اس نے دین کا علم رکھتے ہوئے اس فعل کا ارتکاب کیا ہے تو وہ اپنے علم کے مطابق خدا تعالیٰ سے سزا پائے گا۔ بہر حال اس رنگ میں مرنے والا خودکشی کرنے والا ہی سمجھا جائے گا۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ اسے دین کے ساتھ بڑا عشق تھا اور اس نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان دے دی۔ ہاں اگر کوئی شخص دین سے بغض رکھتے ہوئے اسے اسلام سے پھرانا چاہتا ہے اور جب وہ اسلام چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ تو اپنے اندرونی خبث کے نتیجہ میں اس پر حملہ کر دیتا ہے اور مومن جان سے مارا جاتا ہے۔ تب اس کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ شہید ہوا ہے اس کے بغیر نہیں تو شہادت کسی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں بلکہ دوسرے کے اختیار میں ہوتی ہے اور دوسرا بھی کوئی دوست نہیں ہوتا جس کے اختیار میں یہ بات ہو بلکہ دشمن کے اختیار میں یہ بات ہوتی ہے۔ جو کام دوستوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہو اس کے متعلق تو انسان خیال کر سکتا ہے کہ مَیں وہ کام کرانے کے لئے اپنے دوستوں سے

درخواست کروں گا۔ ان سے التجا کروں گا اور اصرار کروں گا کہ وہ میری خواہش پوری کر دیں مگر یہ چیز اس کے دوستوں کے اختیار میں بھی نہیں ہوتی مثلاً مہمان نوازی بڑے ثواب کا کام ہے۔ مگر یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے۔ اسی طرح کسی دوست کی دعوت کرنا یہ بھی انسان کے اختیار میں ہوتا ہے۔ وہ اپنے دوست کے پاس جا کر کہہ سکتا ہے کہ میری خواہش ہے آپ آج کا کھانا ہمارے ہاں کھائیں اور وہ اس بات کو مان لیتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس کو ہم کھانے کے لئے بلانا چاہتے ہیں وہ بزرگ ہوتا ہے۔ اس صورت میں ہم اس بزرگ کے پاس جا کر اس سے التجا کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں کھانا کھایا جائے اور اصرار کے ساتھ اس کی عنایت کے طلبگار ہوتے ہیں۔ تب اگر اس بزرگ کے پاس وقت ہوتا ہے اور وہ دعوت میں شامل ہونے میں کوئی حرج نہیں دیکھتا تو ہماری بات مان لیتا ہے۔ اسی طرح ہم اپنے خورد کے پاس جا کر پیار اور محبت سے چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے گھر آئے اور کھانا کھائے اور وہ ہماری بات مان لیتا ہے۔ پس یہ چیز ایسی ہے جو ہمارے دوستوں کے قبضہ میں ہے مگر شہادت دوست کے قبضہ میں نہیں بلکہ دشمن کے قبضہ میں ہوتی ہے اور اس میں درخواست التجا یا اصرار کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔ یہ بات اس کی اپنی مرضی پر منحصر ہوتی ہے کہ چاہے تو وہ مارے اور چاہے تو نہ مارے۔

پھر یہ شہادت ان افعال میں سے ہے جن کو خدا نے گو بہت بڑے ثواب کا موجب قرار دیا ہے۔ مگر ساتھ ہی اس قسم کے افعال کو اس نے روکنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے یہ تو بیشک کہا ہے کہ شہادت ایک بہت بلند مقام ہے اور جو شخص شہید ہوتا ہے وہ بہت بڑے ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ مگر اس نے یہ نہیں کہا کہ دشمن اگر تم پر حملہ کرے تو تم اس کا مقابلہ نہ کرو۔ بلکہ اس نے یہی حکم دیا ہے کہ جب دشمن تم پر حملہ کرے تو تم اس کا خوب مقابلہ کرو۔

پس ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے شہادت کو نعمت قرار دیا ہے مگر دوسری طرف اسلام کی حفاظت کے خیال سے اس نعمت کی طرف دوڑ کر جانے سے منع کیا ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی جان کی حفاظت کیا کریں تا کہ اسلام کی حفاظت ہوتی رہے۔ پس اول تو شہادت کی نعمت دشمن کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ پھر جس کے سامنے شہادت کا موقع آتا ہے۔ اسے بھی یہ اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اسے فوراً قبول کر لے بلکہ اسے یہی حکم ہوتا ہے کہ دشمن کے حملہ کو

اپنی پوری طاقت کے ساتھ روکو۔ اور اگر پھر بھی دشمن کامیاب ہو جائے تو شہادت کا انعام پاؤ۔ تو شہادت ان نعمتوں میں سے ہے جو انسان کے اپنے اختیار میں نہیں۔ مگر کسی کو دعوت پر مدعو کرنا یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔

پس بعض نعمتیں دنیا میں ایسی ہوتی ہے جن کو انسان اپنے اختیار سے حاصل کرتا ہے۔ اور بعض نعمتیں دنیا میں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کے اختیار سے باہر ہوتی ہیں۔ جو نعمتیں انسان کے اختیار سے باہر ہوتی ہیں ان کا مل جانا انسان کے نصیبے کی بات ہوتی ہے ورنہ کئی لوگ باوجود خواہش اور کوشش کے ایسی نعمتوں سے محروم رہتے ہیں۔

صحابہؓ کو ہم دیکھتے ہیں۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ خدا تعالیٰ کے رستہ میں شہید ہو جائیں اور انہوں نے مرتبہ شہادت حاصل کرنے کے لئے بڑی بڑی کوششیں کیں مگر باوجود شدید خواہش رکھنے کے بعض شہید ہوئے اور بعض نہ ہوئے۔ چنانچہ بعض کو تو فوراً ہی شہادت کا مقام حاصل ہو گیا اور بعض ساری عمر لڑائیوں میں شامل ہونے کے باوجود شہید نہ ہوئے۔

امیر حمزہؓ جب جنگ کے لئے نکلے تو انہوں نے ابھی کوئی کام بھی نہیں کیا تھا کہ شہید ہو گئے حالانکہ وہ اسلام کے بہترین جرنیلوں میں سے تھے اور ابتدائے زمانۂ اسلام میں صرف 2 شخص مسلمانوں میں بہادر سمجھے جاتے تھے۔ ایک حضرت عمرؓ اور دوسرے امیر حمزہؓ۔ جب یہ دونوں اسلام میں داخل ہوئے تو انہوں نے رسول کریم ﷺ سے درخواست کی کہ ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہم گھروں میں چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کریں۔ جب کعبہ پر ہمارا بھی حق ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے اس حق کو حاصل نہ کریں اور کھلے بندوں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ جو کفار کو فساد کے جرم سے بچانے کے لئے گھر میں نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔ خانہ کعبہ میں عبادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس وقت آپ کے ایک طرف حضرت عمرؓ تلوار کھینچ کر چلے جا رہے تھے اور دوسری طرف امیر حمزہؓ اور اس طرح رسول کریم ﷺ نے خانۂ کعبہ میں عَلَی الْاِعْلَان نماز ادا کی[2] مگر باوجود اس کے کہ وہ اسلام کے بہترین جرنیلوں میں سے تھے۔ مکہ کے رئیس تھے اور دشمنان اسلام ان سے ڈرتے تھے۔ جب وہ پہلی مرتبہ لڑائی میں شامل ہوئے تو بغیر اس کے کہ وہ اپنی بہادری کے کوئی جوہر

دکھاتے بیس تیس منٹ کے اندر اندر مارے گئے۔ وہ ایک دشمن کو زیر کرنے کے بعد واپس آ رہے تھے کہ پیچھے سے ایک شخص نے خنجر مار دیا[3] اور وہ بہادر جو اسلام کے ابتدائی ایام کے زبردست جرنیلوں میں سے تھا اور جسے لڑائی میں شامل ہوئے ابھی بمشکل نصف گھنٹہ گزرا تھا۔ شہید ہو گیا۔ اس کے مقابلہ میں کئی لوگ بعد میں آئے اور وہ بارہ بارہ تیرہ تیرہ جنگوں میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ شامل رہے اور آپؐ کی وفات کے بعد بیسیوں جنگوں میں شامل ہوئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت انہیں شہید ہونے کا موقع نہ ملا۔

حضرت خالدؓ بن ولید جنہیں رسول کریم ﷺ نے سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ[4] قرار دیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار، ان کے دل میں اسلام کو پھیلانے کا جو جوش تھا وہ تاریخ سے واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہیں۔ وہ سالہا سال اسلامی فوج کے کمانڈر رہے اور اسلامی فوج کا کمانڈر گھر میں نہیں بیٹھ رہتا تھا بلکہ وہ لڑائی میں فوج کے ساتھ شامل ہوا کرتا تھا۔ حضرت خالدؓ بن ولید بھی لڑائی میں شامل ہوتے اور ہر موقع پر جہاں جنگ کا زور ہوتا تھا اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیتے تھے۔ گو جرنیل ہونے کے لحاظ سے ان کے لئے یہ بات نامناسب تھی اور بڑے بڑے صحابہؓ ان کو کہا بھی کرتے تھے کہ یہ طریق آپ کے منصب کے خلاف ہے آپ کا کام فوج کو صحیح طور پر لڑانا ہے نہ کہ اپنے آپ کو ہر خطرہ کے مقام پر ڈال دینا۔ مگر جوشِ شہادت میں وہ اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے اور ہمیشہ خطرناک مواقع پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے میدان جنگ میں کود پڑتے تھے۔ مگر مشیت ایزدی کے ماتحت وہ شہید نہ ہوئے بلکہ ایک لمبی بیماری کے بعد انہوں نے گھر میں وفات پائی۔ حالانکہ بیسیوں لوگ جنہوں نے ان کے بعد اسلام قبول کیا تھا اور جنہیں ان خطرات میں شامل ہونے کا موقع نہیں ملا تھا جن خطرات میں شامل ہونے کا حضرت خالدؓ بن ولید کو موقع ملا۔ وہ آپ سے پہلے شہادت پا گئے۔ تاریخوں میں آتا ہے کہ جب حضرت خالدؓ وفات پانے لگے تو ایک دوست ان کے ملنے کے لئے آیا۔ اور اس نے دیکھا کہ حضرت خالدؓ حسرت کے ساتھ کراہ رہے ہیں۔ وہ کہنے لگا خالدؓ! کیوں کراہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ حضرت خالدؓ نے یہ سنا تو بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے مَیں نے اپنی ساری عمر اس انتظار اور اس امید میں گزار دی

کہ شاید خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کا مجھے بھی موقع میسر آجائے مگر افسوس مَیں شہید نہ ہوُا اور آج مَیں اپنے بستر پر جان دے رہا ہوں حالانکہ خدا جانتا ہے مَیں نے اپنی طرف سے اس پیالہ کے پینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اور مَیں نے پورا زور لگایا کہ کسی طرح شہادت کا مرتبہ مجھے نصیب ہو جائے مگر افسوس مَیں اس سے محروم رہا۔ پھر اسے کہنے لگے میرے سینہ پر سے کرتہ تو اٹھاؤ اور بتاؤ کہ کیا کوئی ایسی جگہ ہے جہاں تلوار کے زخموں کے نشانات نہ ہوں۔ اس نے کہا کوئی جگہ نہیں۔ سب جگہ تلوار کے زخموں کے نشانات پائے جاتے ہیں۔

پھر کہنے لگے اچھا اب میری پیٹھ پر سے کرتہ اٹھاؤ اور دیکھو کہ کیا میری پیٹھ پر بھی کوئی ایسی جگہ ہے جہاں تلوار کے زخموں کے نشانات نہ ہوں۔ اس نے پیٹھ پر سے کرتہ اٹھایا اور دیکھ کر کہنے لگا کہ پیٹھ پر بھی ہر جگہ تلوار کے زخموں کے نشانات پائے جاتے ہیں۔

پھر انہوں نے کہا اب میرے پائنچے اٹھا کر دیکھو کہ کیا میری لاتوں پر کوئی ایسی جگہ ہے جہاں تلوار کے زخموں کے نشانات نہ ہوں۔ اس نے دیکھا اور کہا کہ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں تلوار کے زخموں کے نشانات نہ ہوں۔

یہ نشانات دکھانے کے بعد حضرت خالدؓ کہنے لگے۔ تم دیکھ سکتے ہو کہ مَیں نے کس طرح اپنے آپ کو بے پرواہ ہو کر جنگ میں ڈالا کہ آج میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جس پر تلوار کے زخموں کے نشانات نہ ہوں مگر وہ لوگ جو میرے پیچھے آئے تھے وہ تو جامِ شہادت پی کر اپنے رب کے پاس چلے گئے اور مَیں بستر پر تڑپ تڑپ کر جان دے رہا ہوں۔[5]

تو دیکھو۔ ایک قربانیاں وہ ہوتی ہیں جو انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتیں بلکہ دشمن کے قبضہ میں ہوتی ہیں۔ مگر ایک قربانیاں وہ ہوتی ہیں جو انسان کے اپنے اختیار میں ہوتی ہیں۔ جو قربانیاں انسان کے اپنے اختیار میں ہوتی ہیں در حقیقت انہی کے ذریعہ یہ پتہ چلتا ہے کہ انسان وہ قربانیاں بھی کر سکتا ہے یا نہیں جو اس کے اختیار سے باہر ہیں۔ ورنہ انسان اپنے دل میں خواہشیں تو کیا ہی کرتا ہے تو اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا انسانی عمل نیتوں کے مطابق ہوتا ہے۔ دیکھو خالدؓ کی نیت یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جائیں مگر عمل نیت کے مطابق نہ ہو سکا۔ یعنی وہ شہید نہ ہوئے مگر کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے

حضور جس وقت ارواح پیش ہوں گی اس وقت وہ لوگ جو خالدؓ سے سالہا سال پیچھے آئے اور جنہوں نے خالدؓ سے سینکڑوں گنا کم قربانیاں کی تھیں وہ تو شہیدوں کی صف میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے اور حضرت خالدؓ پچھلی صف میں محض صلحاء کے زمرہ میں پیش ہوں گے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا بلکہ حق یہ ہے کہ اگر ان شہداء کی ارواح صرف ایک ایک شہید کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گی تو حضرت خالدؓ کی روح ہزاروں شہیدوں کی صورت میں خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کی جائے گی۔ کیونکہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ اعمال نیت کے تابع ہوتے ہیں۔ نہ کہ نیت اعمال کے تابع ہوتی ہے۔ اگر ان لوگوں نے صرف ایک ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کا ارادہ کیا اور وہ شہید ہو گئے تو خالدؓ نے سینکڑوں دفعہ خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کا ارادہ کیا تھا گو حکمتِ الٰہی نے انہیں ظاہر میں شہید نہ ہونے دیا۔

اگر عمل پر خدا تعالیٰ جزا دیتا تو وہ ہزاروں لوگ جن کے دلوں میں بہت زیادہ قربانی کا جذبہ ہوتا ہے مگر حالات کی وجہ سے وہ اپنے دل کے حوصلے نہیں نکال سکتے اور قربانیاں اپنے دل کے ارادہ کے مطابق نہیں کر سکتے وہ تو محروم رہ جاتے۔ اور جن کو کسی قربانی میں شریک ہونے کا موقع مل جاتا گو ان کا دل بہت زیادہ قربانی پر آمادہ نہ ہوتا وہ زیادہ ثواب لے جاتے مگر اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا۔ پھر اگر انسانی اعمال پر ہی اللہ تعالیٰ کی جزاء کا انحصار ہوتا تو جتنے امراء ہیں وہ دنیا میں بھی آرام سے رہیں اور اگلے جہان میں بھی زیادہ انعامات لے جائیں۔ مگر ایسا نہیں ہوگا۔ ایک کروڑپتی آدمی اگر چاہے تو آسانی سے دس لاکھ روپیہ چندہ دے سکتا ہے مگر ایک غریب آدمی جس کے پاس صرف ایک مٹھی بھر آٹا ہے وہ اس سے ایک دانہ زیادہ بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں نہیں دے سکتا۔ اب اگر خدا تعالیٰ کے حضور محض یہی بات دیکھی جاتی کہ ایک شخص نے دس لاکھ روپے دیئے ہیں اور دوسرے نے صرف مٹھی بھر آٹا تو کہا جا سکتا تھا کہ خدا تعالیٰ انسانی عمل کو دیکھتا ہے۔ اس کی نیت کو نہیں دیکھتا اور اس صورت میں صرف وہی لوگ انعامات حاصل کر سکتے جو امراء ہوتے یا جنہیں کسی قربانی میں شامل ہونے کا موقع ملا ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ ان باتوں کو نہیں دیکھتا اور نہ اس کی نظر ظاہر پر ہوتی ہے بلکہ وہ انسان کی نیت اور اس کے ارادہ کو دیکھتا اور اسی کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہے۔ ایک ایسا شخص جس کے پاس ایک کروڑ روپیہ

موجود ہے وہ اگر دس لاکھ روپیہ چندہ دے دیتا ہے تو گو یہ بھی ایک نیکی ہے مگر اس کے مقابلہ میں وہ شخص جس کے پاس صرف مٹھی بھر جَو تھے اور اس نے وہ تمام کے تمام جَو خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دیئے اور اپنے لئے یا اپنی بیوی اور بچوں کے لئے اس نے کچھ نہیں رکھا۔ وہ یقیناً ان دس لاکھ روپے دینے والے سے خدا تعالیٰ کے حضور زیادہ عزت کا مستحق ہے۔ کیونکہ دس لاکھ دینے والے کی نیت یہ تھی کہ مَیں اپنی جائداد کا دسواں حصہ خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دوں اور مٹھی بھر جَو دینے والے کی نیت یہ تھی کہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ مَیں خدا تعالیٰ کے رستہ میں قربان کر دوں۔ بے شک اس کے پاس صرف مٹھی بھر جَو تھے جو اس نے دے دیئے لیکن اس نیت کے مطابق اگر اس کے پاس ایک کروڑ روپیہ ہوتا تو وہ اس ایک کروڑ روپیہ میں سے دس لاکھ نہ دیتا، بیس لاکھ نہ دیتا، تیس لاکھ نہ دیتا بلکہ جس طرح اس نے سالم مٹھی جَو کی خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش کر دی تھی اسی طرح وہ سب کا سب روپیہ خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دیتا اور اپنے پاس ایک پیسہ بھی نہ رکھتا۔

تو رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ یہ مت خیال کرو کہ تمہارے اعمال ظاہری صورت میں خدا تعالیٰ کے پاس جاتے ہیں وہ ظاہری صورت میں نہیں جاتے بلکہ جس قسم کی نیت کے تابع ہوتے ہیں اسی قسم کی نیت کے ساتھ خدا تعالیٰ تک پہنچتے ہیں۔ ایک ایسا شخص جو اچھی طرح بول بھی نہیں سکتا وہ اگر ٹوٹی پھوٹی زبان میں کسی کو تبلیغ کرتا ہے تو کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا تعالیٰ کے حضور اس کا مقام ادنیٰ ہو گا اور وہ شخص جو بڑا لسّان ہو، بڑا مشہور لیکچرار ہو اور اپنی تقریر سے لوگوں کو گرویدہ بنالیتا ہو اس کا مقام زیادہ بلند ہو گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہو گا بلکہ خدا تعالیٰ کے حضور دونوں کی نیت دیکھی جائے گی۔ بسا اوقات ایسا ہو گا کہ جو شخص نہایت عمدہ تقریر کرنے والا ہے اس کی نیت خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول نہیں ہو گی بلکہ وہ اس لئے تقریریں کرتا ہو گا تا کہ لوگ واہ واہ کریں اور اس کی تعریف کریں۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی نیت تو خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول اور اس کی مخلوق کو فائدہ پہنچانا ہی ہو مگر اس کے دل میں وہ سوز اور گداز نہ ہو جس کے بغیر قلوب کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ پھر بعض دفعہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص نہایت عمدہ تقریر کرنے والا ہو، اس کے دل میں سوز اور گداز بھی ہو مگر اس کے

اندر یہ آگ نہ ہو کہ جب تک دنیا کے کونہ کونہ میں مَیں خدا تعالیٰ کا پیغام نہ پہنچا لوں گا آرام کا سانس نہیں لوں گا۔ اس کے مقابلہ میں وہ شخص جو بہت تھوڑی باتیں کر سکتا ہے۔ جو لمبی تقریریں نہیں کر سکتا مگر اس کے دل میں ہر وقت یہ آگ سلگتی رہتی ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کا پیغام اس کی بھولی بھٹکی مخلوق تک پہنچاؤں اور وہ رات اور دن کرب اور بے اطمینانی کے ساتھ گزارتا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک مَیں اپنے بھائیوں کو خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے وصال کی طرف نہ لے آؤں گا مجھے امن اور چین حاصل نہیں ہو گا۔ یقیناً خدا تعالیٰ کے حضور زیادہ بلند مقام رکھے گا اور یقیناً اس کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ خدا تعالیٰ کو دوسرے کی اعلیٰ درجہ کی تقریروں سے زیادہ پسند آئیں گے کیونکہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ پہلے شخص کی تقریر کے پیچھے جو نیت تھی وہ ایسی اعلیٰ نہیں تھی مگر اس کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کے پیچھے جو نیت تھی وہ بہت اعلیٰ تھی۔ اسی طرح قربانی کے متعلق قرآن کریم نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خون اور گوشت کو نہیں دیکھتا بلکہ قربانی کرنے والے کی نیت کو دیکھتا ہے۔ ایک امیر آدمی آسانی کے ساتھ سو اونٹ یا سو دُنبے خدا تعالیٰ کی راہ میں ذبح کر سکتا ہے لیکن ایک غریب آدمی جو سال بھر قربانی کے لئے پیسے جمع کرتا رہتا ہے اور جس کا ایک ایک دن اس حسرت سے گزرتا ہے کہ کاش میرے پاس اتنی رقم جمع ہو جائے کہ مَیں ایک دفعہ عید کے موقع پر قربانی کر کے اس کا کچھ گوشت خدا کی راہ میں تقسیم کر دوں۔ اور کچھ گوشت اپنے دوستوں کو تحفۃً پیش کروں وہ اگر سال بھر کی محنت اور تگ و دو کے بعد ایک معمولی سی بکری یا چھوٹی سی دُنبی قربانی کرتا ہے تو کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا تعالیٰ اس کی معمولی سی بکری یا چھوٹی سی دُنبی کو ردّ کر دے گا اور اس امیر کے موٹے تازے دُنبوں کو قبول کرے گا۔ اگر خدا تعالیٰ انسانی عمل پر فیصلہ کرتا تو یقیناً اس امیر کے موٹے تازے دُنبے قبول کر لئے جاتے اور اس غریب کی معمولی سی بکری یا چھوٹی سی دُنبی ردّ کر دی جاتی مگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ انسانی اعمال پر نہیں ہو گا بلکہ وہ فرماتا ہے یَنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔[6] خدا تعالیٰ کے حضور قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا اگر اس کے پاس گوشت اور خون پہنچا کرتا تو وہ اچھا گوشت پسند کر لیتا اور تب وہ ان قربانیوں کو قبول کر لیتا جن میں بہت زیادہ خون بہایا گیا ہو۔ مگر وہ فرماتا ہے ہمارے پاس ان چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں پہنچتی۔

ہمارے پاس تو یَنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ قربانی کے پیچھے جو نیت ہوتی ہے وہ پہنچا کرتی ہے۔ اگر ایک چھوٹی سی دُنبی ذبح کرنے والے کی نیت بہت اعلیٰ تھی اور دو سو بڑے بڑے دنبے ذبح کرنے والی کی نیت ایسی اعلیٰ نہیں تھی اور اگر اگلے جہان میں تمام قربانیوں نے متمثّل ہونا ہے جیسا کہ قرآنِ کریم سے اس کا پتہ چلتا ہے تو قیامت کے دن جس نے دو سو دُنبے ذبح کئے ہوں گے اگر اس کے ساتھ اعلیٰ اخلاص نہ ہو گا تو اس کے ساتھ دو سَو دُنبے نہیں ہوں گے بلکہ ایک مریل سی دُنبی ہو گی اور جس نے ایک چھوٹی سی دُنبی ذبح کی تھی۔ اگر اس نے اعلیٰ اخلاص اور محبت کے ساتھ یہ قربانی کی تھی تو قیامت کے دن اس کے ساتھ ایک چھوٹی سی دُنبی نہیں ہو گی بلکہ ہزارہا موٹے تازے دُنبے ہوں گے کیونکہ اس جہان میں چیزیں بدل جاتی ہیں اور وہ سب کی سب نیت کے تابع ہو جاتی ہیں۔

تو یاد رکھو اعمال نیتوں کے تابع ہیں۔ نیتیں اعمال کے تابع نہیں ہیں۔ پس اپنی نیت کے مطابق ہر انسان خدا تعالیٰ کے راستہ میں جو قربانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس سے ویسا ہی سلوک کرتا ہے جیسے اس کی نیت ہوتی ہے اور جبکہ نیت ہر انسان کے اختیار میں ہے مگر عمل اس کے اختیار میں نہیں۔ تو کتنے افسوس کی بات ہو گی اگر کوئی شخص اپنی نیت کی درستی کی طرف بھی توجہ نہ کرے۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ہماری جماعت کے تمام افراد اپنی نیتوں کی درستی کی طرف توجہ کریں تو یہ نہیں کہ قربانی کم ہو جائے گی بلکہ قربانی کا درجہ بہت زیادہ بلند ہو جائے گا کیونکہ نیتوں کی درستی کے ساتھ انسان کے کاموں میں برکتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور چھوٹی چھوٹی قربانیاں عظیم الشان نتائج پیدا کر دیا کرتی ہیں۔

ہم نے بھی تحریک جدید سے ایک عظیم الشان کام سرانجام دینے کی نیت کی ہے اور ہمارا ارادہ اس روپیہ سے ایک بہت بڑے اور اہم کام کی داغ بیل ڈالنے کا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم سے کتنا کام ہو گا اور ہم اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوں گے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر ہماری جماعت کے تمام افراد اپنی نیتوں کو درست کر لیں اور نیتوں کو درست کرنے کے بعد تحریک جدید کی قربانیوں میں حصہ لیں۔ تو افراد کی نیتوں کی درستی ہماری جماعتی نیت میں بھی عظیم الشان برکت پیدا کر سکتی اور ہماری حقیر کوششوں کے بہت بڑے نتائج پیدا

کر سکتی ہے۔ جماعت کیا ہے؟ جماعت افراد کے مجموعہ کا نام ہے اور جماعتی لحاظ سے ہم نے یہ نیت کی ہوئی ہے کہ ہم تحریکِ جدید کے چندہ سے تبلیغ اسلام کا ایک مرکزی فنڈ قائم کریں گے۔ جس کے نتیجہ میں ایک دن ہماری تبلیغ خدا تعالیٰ کے فضل سے ساری دنیا تک پہنچ جائے گی۔ اور احمدیت تمام عالم پر چھا جائے گی۔ یہ نیت ہے جو تحریک جدید کے چندہ کے متعلق جماعتی رنگ میں ہم رکھتے ہیں۔ اگر اس تحریک میں حصہ لینے والے دوست بھی اپنی اپنی نیتوں کو درست کر لیں تو چونکہ جماعت افراد کے مجموعہ کا ہی نام ہوتا ہے اس لئے افراد کی نیت کی درستی ہماری جماعتی نیت کو بھی درست کر دے گی۔ اور اس میں ایسی برکت پیدا ہو جائے گی کہ جلد سے جلد اس کے شیریں ثمرات پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے۔

پس مَیں جماعت کے دوستوں کو پھر نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی نیتوں کو درست کرو۔ اپنے ارادوں کو نیک بناؤ اور اپنی کمروں کو کَس لو کیونکہ اب تحریک جدید کا ایک لمبا دور گزر چکا ہے اور بہت تھوڑا باقی ہے۔ جو جماعتیں اپنے چندوں کی لسٹیں بھجوا چکی ہیں ان کو مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنی لسٹوں پر نظر ثانی کریں اور جن دوستوں نے اپنی طاقت سے کم قربانی کی ہے ان کے پاس ایک دفعہ پھر جائیں اور ان کے سامنے ان کی آمد اور ان کی قربانی کا نقشہ پیش کر کے کوشش کریں کہ وہ پھر اپنے وعدوں پر غور کریں اور اپنے چندوں میں اضافہ کریں۔ اسی طرح ہماری جماعت کے سینکڑوں افراد ایسے ہیں جو براہِ راست چندہ بھجواتے ہیں۔ ان کو بھی مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ جن افراد نے اپنی حیثیت کے مطابق قربانی نہیں کی یا کچھ چندہ تو دے دیا ہے مگر وہ کسی صورت میں ان کی قربانی نہیں کہلا سکتا۔ وہ بھی اپنے وعدوں پر نظر ثانی کریں اور مطالبہ کے مطابق قربانی کریں۔ پھر جن جماعتوں کی طرف سے ابھی تک چندوں کی فہرستیں نہیں آئیں یا وہ افراد جنہوں نے ابھی تک اپنے وعدے نہیں لکھائے اور ایسے لوگ ہماری جماعت میں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں ان کو بھی مَیں توجہ دلاتا ہوں کہ 31، جنوری آخری تاریخ ہے اور چونکہ 31، جنوری کی شام تک کا وعدہ ہم قبول کر لیا کرتے ہیں اور کئی مقامات ایسے ہیں جہاں سے شام کو ڈاک روانہ نہیں ہوتی اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ جس خط پر یکم فروری کی مُہر ہو گی اسے بھی 31، جنوری تک کے وعدوں کے اندر شمار کیا جائے گا۔

پس اس قسم کی تمام جماعتیں جنہوں نے ابھی تک اپنی لسٹیں مکمل کر کے نہیں بھجوائیں انہیں چاہئے کہ وہ جلد سے جلد اپنی فہرستیں مکمل کر کے مرکز میں بھجوادیں۔ اسی طرح جن افراد نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی انہیں چاہئے کہ بہت جلد اپنے وعدوں کی فہرستیں مکمل کر کے مرکز میں بھجوادیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور وہ سَابِقُوْن میں شامل ہوں۔ پیچھے رہنے والوں میں شامل نہ ہوں۔ یاد رکھو جو لوگ آخری تاریخ کا انتظار کرتے رہتے ہیں وہ بعض دفعہ اپنی غفلت کی وجہ سے آخری تاریخ کو بھی وعدہ نہیں کر سکتے اور ان کا وعدہ ہمارے پاس ایسے وقت میں پہنچتا ہے جبکہ اسے قبول نہیں کیا جا سکتا۔ پس یہ مت خیال کرو کہ 31، جنوری آخری تاریخ ہے۔ اس تاریخ کو تم اپنا وعدہ لکھا دو گے۔ اس لئے کہ اگر تم نے 31، جنوری کو اپنا وعدہ لکھایا تو تم وعدہ کرنے والوں میں آخری آدمی ہو گے اور یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہو سکتی۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں جانے والا آخری شخص وہ ہو گا جو دوزخ میں سے سب کے بعد نکلے گا۔[7] پس اگر تم بھی وعدہ کرنے والوں میں آخری آدمی بنتے ہو تو یہ تمہارے لئے کوئی خوشی کا مقام نہیں ہو سکتا۔ تمہیں تو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ تم نیکی میں سب سے پہلے حصہ لینے والے بنو اور اگر تم کسی وجہ سے پہلے حصہ لینے والوں میں نہیں آسکے تو کوشش کرو کہ درمیانی درجہ تمہیں میسر آجائے اور اگر تم درمیان میں بھی شامل نہیں ہو سکے تو اس کے بعد جس قدر جلد نیکی میں حصہ لے سکتے ہو لے لو اور کم سے کم تم یہ کوشش کرو کہ تم آخری آدمیوں میں سے مت بنو۔

پس مَیں اس خطبہ کے ذریعہ ایک دفعہ پھر جماعتوں اور افراد کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلد سے جلد اپنے وعدوں کی فہرستیں مکمل کر کے مرکز میں بھجوادیں اور جو جماعتیں اپنی لسٹیں بھجوا چکی ہیں۔ اسی طرح جو افراد اپنے وعدے ایک دفعہ لکھا چکے ہیں وہ تمام جماعتیں اور افراد اپنے اپنے وعدوں پر نظر ثانی کریں اور تحریک جدید کے ماتحت زیادہ سے زیادہ قربانیاں کریں۔ اس تحریک کے دس سالوں میں سے سات سال گزر چکے ہیں اور اب صرف تین سال باقی رہ گئے ہیں۔ خدا ہی جانتا ہے کہ ہماری آئندہ نسلوں کو اس تحریک کے ماتحت کام کرنے کا کس حد تک موقع ملے گا لیکن یہ تو ظاہر ہی ہے کہ ہماری نیت اس روپیہ سے ایک ایسا فنڈ قائم کرنے کی ہے جس سے قیامت تک اسلام اور احمدیت کی تبلیغ ہوتی رہے اور قیامت تک مسلمان ہونے والوں

اور احمدیت میں داخل ہونے والوں کا ثواب اس تحریک میں شامل ہونے والے دوستوں کو ملتا رہے۔ کیونکہ یہ روپیہ ایک مرکزی تبلیغی فنڈ پر خرچ ہوگا اور اس فنڈ کے قیام میں جن لوگوں کا حصہ ہوگا یقیناً ان سب کو اللہ تعالیٰ قیامت تک ثواب عطا فرماتا رہے گا۔ یہ اتنے بڑے فخر کی بات ہے کہ اگر ہماری جماعت کے احباب اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لیں تو اپنی قربانیاں ان کو حقیر نظر آنے لگیں۔ تم اپنے ایک لڑکے پر خوش ہوتے ہو اور اگر تمہارے دو لڑکے ہوں تو تم اَور بھی زیادہ خوش ہوتے ہو۔ اگر تمہارے تین لڑکے ہو جائیں تو تم اَور زیادہ خوش ہوتے ہو اور اگر تمہارے پانچ یا دس لڑکے ہو جائیں تو تم خوشی سے اپنے جامہ میں پھولے نہیں سماتے اور تم فخر سے اپنے دوستوں کے پاس ان کا ذکر کرتے ہو اور کہتے ہو کہ میرے پانچ یا دس لڑکے ہو گئے ہیں۔ اب میری نسل خوب چلے گی۔ حالانکہ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص کے دس لڑکے ہوئے مگر وہ دس کے دس بے اولاد رہے اور اس کی نسل کا خاتمہ ہو گیا۔ اسی طرح ہم نے دیکھا ہے کہ ایک شخص کے دس لڑکے ہوئے ان دس لڑکوں میں سے ہر ایک کے آگے پانچ پانچ سات سات، آٹھ آٹھ لڑکے ہوئے۔ پھر ان لڑکوں کے لڑکے ہوئے اور اسی طرح نسل چلتی چلی گئی مگر سات آٹھ پشتوں کے بعد کوئی ایسی وبا پڑی یا ایسی تباہی آئی کہ اس قوم کا نام ونشان تک مٹ گیا۔ لیکن ہم نے ان لوگوں کے نام کو کبھی مٹتے نہیں دیکھا جنہوں نے خدا تعالیٰ کے نام پر قربانیاں کی ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کی نسلیں آج تلاش کرنے کے باوجود نہیں مل سکتیں۔ ممکن ہے وہ بالکل مٹ گئی ہوں اور بالکل ممکن ہے کہ ان فاتح بادشاہوں کی نسلیں آج چوڑھوں اور ساہنسیوں کی شکلوں میں موجود ہوں لیکن ہم انہیں پہچان نہ سکتے ہوں کہ یہ فلاں بادشاہ کی نسل میں سے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے بندے جو اس کی راہ میں قربانیاں کرتے ہیں ان کو ہم نے آج تک کبھی مٹتے نہیں دیکھا۔ بلکہ جب ان کی قربانیاں انتہاء کو پہنچ جاتی ہیں تو بسا اوقات خدا تعالیٰ ان کی جسمانی نسلوں کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو قربانیاں کیں۔ ان کا تعلق دین سے ہی ہے۔ ان قربانیوں کے بدلہ میں اگر خدا تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام کو دنیا میں ہمیشہ قائم رکھتا اور آپ پر قیامت تک درود اور سلام بھیجا جاتا تو یہی انعام کافی تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے انہیں صرف روحانی انعام ہی نہیں دیا بلکہ یہ

بھی کیا کہ مَیں تیری نسل کو بھی بڑھاؤں گا اور اسے ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھوں گا۔ یہ ایک مادی انعام ہے جو روحانی انعام کے ساتھ آپ کو حاصل ہوا اور جس سے اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ روحانی انعام سے سبق حاصل نہیں کرتے وہ مادی انعام سے ہی سبق حاصل کر لیں کیونکہ دنیا میں ایک طبقہ ایسے لوگوں کا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے روحانی انعامات کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کے مادی انعامات کو دیکھتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے روحانی عذاب سے فائدہ نہیں اٹھاتے البتہ کسی پر جسمانی عذاب نازل ہو تو اس سے ان کو بڑی عبرت ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بعض دفعہ جسمانی عذاب کا نظارہ بھی دکھا دیتا ہے جیسے فرعون اس وقت ایک روحانی عذاب میں بھی مبتلا ہے مگر کئی لوگ ہیں جو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمیں اگلے جہان کا کیا پتہ۔ معلوم نہیں اسے عذاب ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی عذاب کا نظارہ دکھانے کے لئے فرعون کی لاش کی حفاظت کی جو آج تک موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ جو فرعون کی لاش کی حفاظت کے متعلق تھا[8] ایک دنیوی عذاب تھا جو فرعون کو ملا۔ چنانچہ آج ہر شخص جو موسیٰؑ کو ماننے والا ہے، ہر شخص جو عیسیٰؑ کو ماننے والا ہے، ہر شخص جو محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ماننے والا ہے۔ جب بھی فرعون کی لاش کو دیکھتا ہے اس پر لعنت ڈالتا ہے۔ یہ کتنا بڑا عذاب ہے جو فرعون کو مل رہا ہے۔ پھر اس عذاب کی اہمیت اَور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ فرعون ان بادشاہوں میں سے تھا جو اپنے منہ پر ہمیشہ نقاب اوڑھے رہتے تھے اور انہوں نے لوگوں میں یہ مشہور کر رکھا تھا کہ جو شخص بادشاہ کی شکل دیکھ لے وہ کوڑھی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس کی ہتک کرتا ہے۔ اسی لئے وہ ہمیشہ اپنے منہ پر نقاب رکھتے تھے یہ بتانے کے لئے کہ ہم ایسے عالیشان انسان ہیں کہ ہماری شکل دیکھنا بھی ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ اور اگر کسی شخص کے لئے بادشاہ اپنا نقاب اٹھا دیتا تھا تو وہ بہت بڑا مقرب سمجھا جاتا تھا اور وہ اپنی قوم کا سردار بن جاتا تھا۔ مگر آج اس کی لاش عجائب گھر میں پڑی ہوئی ہے اور دو دو آنے کا ٹکٹ لے کر ہر چوڑھا اور بھنگی بھی اسے دیکھ سکتا ہے اور جس طرح بندر کا تماشا دیکھا جاتا ہے اسی طرح فرعون کی لاش دیکھی جاتی ہے۔ پھر دیکھنے والا کن جذبات کے ماتحت اسے دیکھتا ہے۔ اچھے جذبات کے ماتحت نہیں بلکہ ہر دیکھنے والا اس پر

لعنت ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ خبیث تُو تھا موسیٰؑ کو دکھ دینے والا!

تو اللہ تعالیٰ کبھی کبھی روحانی عذابوں کے ساتھ جسمانی عذاب کا سلسلہ بھی جاری کر دیا کرتا ہے اور کبھی کبھی روحانی انعاموں کے علاوہ جسمانی انعام بھی قربانی کرنے والوں پر نازل کر دیتا ہے۔ پس بالکل ممکن ہے کہ جو لوگ تحریک جدید میں حصہ لے رہے ہیں۔ ان میں سے اعلیٰ درجہ کی قربانی کرنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ صرف اپنے روحانی انعامات ہی نہ دے بلکہ اپنے جسمانی انعامات سے بھی انہیں حصہ عطا فرمائے۔ کیونکہ جس طرح ہم نے قربانی کے مختلف درجے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے حضور قربانیوں کے مختلف مدارج ہیں۔ پس بالکل ممکن ہے کہ جو لوگ اعلیٰ درجہ کی نیت کے ساتھ قربانی کرنے والے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے متعلق یہ فیصلہ فرما دے کہ ان کے جسمانی نام کو بھی قائم رکھا جائے گا اور ان کے روحانی نام کو بھی قائم رکھا جائے گا۔ مگر اس کا تعلق روپیہ سے نہیں بلکہ نیت کے ساتھ ہے۔ اگر ایک شخص تحریک جدید میں سو روپیہ چندہ دیتا ہے مگر درحقیقت وہ ایک ہزار روپیہ دینے کی توفیق رکھتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے سو روپیہ چندہ کو کبھی اعلیٰ قربانی قرار نہیں دے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دس ہزار روپیہ دینے کی توفیق رکھتا ہے مگر وہ صرف ایک ہزار روپیہ چندہ دیتا ہے تو اس کا ایک ہزار روپیہ دینا خدا تعالیٰ کے نزدیک ہرگز اعلیٰ قربانی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کی نیت کو دیکھتا اور اس کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہے۔

پس اپنی نیتوں کو درست کرو اور ان نیتوں کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرو تاکہ اس دس سالہ جہاد کا اختتام تمہیں اس دس سالہ جہاد کے آغاز سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث کرے اور تاکہ تمہارے بیعت میں داخل ہونے والے دن سے تمہاری موت کا دن تمہارے لئے زیادہ شاندار ہو۔ بالعموم انسان جب کسی صداقت کو قبول کرتا ہے تو ابتدا میں اس کے اندر بڑا ولولہ اور جوش ہوتا ہے مگر آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن مومن وہ ہے جس کی موت کا دن اس کی بیعت کے دن سے زیادہ بابرکت ہو۔ بیعت کیا ہے؟ بیعت ایک انسان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کا نام ہے۔ مگر تم جانتے ہو زندگی کی بیعت تو کسی بندے کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر کی جاتی ہے مگر موت کی بیعت خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر

کی جاتی ہے۔ زندگی میں چونکہ انسان خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دے سکتا کیونکہ وہ کوئی جسمانی وجود نہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے نمائندوں کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے جو جسمانی زندگی کی بیعت کہلاتی ہے۔ مگر ایک بیعت وہ ہے جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ پر کی جاتی ہے اور وہ بیعت وہی ہے جو موت کے وقت مومن اپنے خدا کے ہاتھ پر کرتا ہے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت اس بیعت سے بہت زیادہ شاندار ہونی چاہئے جو اس کے کسی نمائندہ کے ہاتھ پر کی جائے۔ پس کامل مومن وہی ہے جس کی زندگی کی بیعت کے دن سے اس کی موت کا دن زیادہ شاندار ہو اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ مومن اپنی نیت اور اپنے اعمال کو اَور بڑھاتا چلا جائے یہاں تک کہ وہ وفات پا کر اپنے رب کے حضور حاضر ہو جائے۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ جماعتیں جلد سے جلد اپنے فرائض کی ادائیگی کی طرف توجہ کریں گی اور اسی میعاد کے اندر جو تجویز کی گئی ہے اپنی قربانیوں کا اعلیٰ نمونہ دکھائیں گی۔ یعنی ہندوستان کی جماعتیں اپنے وقت مقررہ کے اندر اس تحریک میں اپنی طاقت کے مطابق حصہ لیں اور بیرونی ممالک کی جماعتیں اس تاریخ کے اندر اندر حصہ لیں جو ان کے لئے مقرر کی گئی ہے اور اس طرح سب جماعتیں اور افراد مل کر اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے اس مستقل بنیاد کو مضبوط کرنے میں مدد دیں جو تحریک جدید کے ذریعہ قائم کی جارہی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ ہماری ناچیز کوششوں کو بار آور کرے اور دنیا میں اسلام کا درخت ایسی مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جائے کہ اس کو کوئی دشمن اکھاڑ نہ سکے اور اس کے سایہ سے کوئی شخص بھاگ نہ سکے۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرنی چاہئیں کہ وہ اپنے فضل سے ایسا درخت قائم کر دے اوراس کی جڑیں ایسی مضبوط کر دے کہ نہ اسے کوئی شخص اکھاڑ سکے اور نہ اس کے سایہ سے کوئی شخص باہر جا سکے۔" (الفضل 14، جنوری 1942ء)

1: بخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ (الخ)

2: سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 366 مطبوعہ مصر 1936ء

3: بخاری کتاب المغازی باب قَتْل حَمْزَۃ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلَبِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

4: بخاری کتاب المغازی باب غَزْوَۃ مُؤْتَۃَ مِنْ اَرْضِ الشَّامِ

5: الاستیعاب فی مَعْرِفَةِ الْاَصْحَابِ جلد2 صفحہ 14 مطبوعہ بیروت 1995ء

6: الحج: 38

7: بخاری کتاب الاذان باب فَضْل السُّجُوْد

8: فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ (یونس:93)